مغرب اور اسلامی ثقافت

ڈاکٹر ظفر علی راجا

اسکارف /حجاب کا مسئلہ

اسلام اور یورپی نفسیات

نائن الیون ((9/11 کے بہانے امریکہ کو مسلمان ملکوں پر چڑھ دوڑنے کا جو موقع ملا، اس سے مسلم حکمران تو سپر انداز ہو ہی رہے ہیں لیکن مسلمان ملکوں کے عوام میں مغرب (نام نہاد عالمی اتحاد) کے خلاف ردِعمل روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ سیکولر قوتوں نے اس کا توڑ یہ سوچا ہے کہ ثقافتی اثر ونفوذ کے لئے مسلم معاشروں میں کچھ بزعم خویش ترقی پسندوں کی خدمات حاصل کرلی جائیں، دوسری طرف مغرب میں آباد اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں پر سرکاری دباؤ بڑھا دیا جائے۔ اسکارف و حجاب کی ممانعت، تصویر وموسیقی کی اباحت کے علاوہ لفنگوں اور اوباشوں کے ذریعہ بسنت اور ویلنٹائن ڈے کا شوروغوغا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ان دنوں یورپی مغرب کے ملک فرانس نے اسکارف کی قانونی ممانعت کرکے جو بے چینی پیدا کی ہے، وہ دراصل اسلام کے تہذیبی شعائر کے خلاف ہے جس میں سردست خواتین کے سر ڈھانپنے کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اگرچہ یہ تحریک اسکارف کے اسلامی شعار کے حوالہ سے چل رہی ہے لیکن بہت جلد اس کا دائرہ پوری اسلامی ثقافت کی پامالی کی طرف وسیع ہوتا نظر آرہا ہے جس کا بڑا ذریعہ یہود کے زیر تسلط الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا ہے۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ جو آزاد خیال لوگ ستر وحجاب اور اختلاطِ مرد وزن یا بسنت اور ویلنٹائن ڈے کو اسلامی بنیاد پرستی اور تشدد سے تعبیر کرتے ہیں یا بالفاظِ دیگر ایسی چیزوں کو دین و مذہب سے لاتعلق بتاتے ہیں خود ان کا آقا مغرب بھی اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، وہ نہ صرف اسکارف کو مذہبی شعار سمجھتا ہے بلکہ سیکولر ثقافت میں دخل اندازی کا فساد بھی قرار دیتا ہے جس سے کم از کم یہ ثابت ہوتا ہے کہ دین وثقافت کو الگ نہیں کیا جاسکتا خواہ سیکولرازم اس کیلئے کتنے ہی بلند بانگ دعوے کرلے۔ اسی پہلو سے مسلم دنیا کے ترکی وتیونس اور مغرب کے فرانس وجرمنی وغیرہ میں تہذیبوں کے تصادم (clash of Civilization) کے تازہ اُبھرتے ہوئے مسئلہ 'اسکارف وحجاب' کا مطالعہ فرمایئے۔ (محدث)

۱۱؍ستمبر ۲۰۰۱ء کو تاریخ عالم میں ایک یادگار دن کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ یہی وہ دن ہے کہ جس دن مسلم اور غیر مسلم دنیا کے درمیان ایک طویل اور خون آشام تہذیبی ٹکراؤ کا آغاز ہوا۔ اس دن کو کرۂ ارض پر 'نائن الیون' کے مخفف نام سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ اس

www.KitaboSunnat.com

دن اٹھارہ بیس نوجوانوں نے دنیا کی واحد سپر پاور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے جدید ترین اور حساس ترین سیارہ رسا حفاظتی نظام کو ناکارہ بنا کر ایک ایسی تباہی سے دوچار کیا کہ کائنات گیر سائنسی مہارت کے تمام امریکی دعوے دھڑام سے زمین بوس ہو گئے اور اس کا بزعم خود فلک نشان اقتصادی ڈھانچہ کھوکھلا ہو کر بنیادوں پر لرزنے لگا۔

امریکہ کے صدر جارج ڈبلیو بش نے اعلان کیا کہ یہ حیران کن کارروائی کرنے والے تمام کے تمام جانفروش نوجوان مسلمان تھے، عرب نژاد تھے، 'تشدد پسند' تھے اور افغانستان میں قائم اسامہ بن لادن کی جماعت القاعدہ نے انہیں منصوبہ اور سرمایہ فراہم کیا تھا۔ جارج بش نے یہ بھی اعلان کیا کہ امریکہ اپنے ان ہزاروں شہریوں کے نقصان اور ہلاکتوں کا بدلہ لے گا جو اس کارروائی کا نشانہ بنے اور اس مقصد کے لئے شدت پسندوں کا پوری دنیا میں سرگرم تعاقب کیا جائے گا۔ اسکے بعد وقت کی بوڑھی آنکھوں نے پورے افغانستان کو امریکی کارپٹ بمباری تلے ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھا۔ بعد ازاں امریکی بربریت نے مسلم ملک عراق کا رخ کیا اور صدام حسین کی حکومت کو روندتے ہوئے عرب دنیا میں تیل کے اعلیٰ ترین ذخائر پر قابض ہو گیا۔

۱۱ ستمبر اور دیگر مغربی ممالک

ظلم اور بربریت کی اس اندھی جنگ میں برطانیہ سمیت بہت سے مغربی ممالک نے امریکہ کا ساتھ دیا۔ یورپ کے کچھ ممالک نے اگرچہ بوجوہ امریکہ کی پرتشدد اور جنگی کارروائیوں کی مخالفت کی لیکن بعد کے حالات سے ثابت ہوا کہ یہ ممالک بھی مسلم اور غیر مسلم تہذیبوں کی باہمی جنگ میں غیر جانبدار رہنے کے بجائے اسلام مخالف تہذیبی ریلے سے نہ صرف متاثر ہوئے ہیں بلکہ خود کو بہ اندازِ دگر اسی سیلِ نامعقولیت کے سپرد کر چکے ہیں۔ یورپ کے ان ممالک نے مسلمان تہذیب کے خلاف بندوق اٹھانے کے بجائے انسانی حقوق، سماجی تحفظ اور سیاسی نظام کی غیر جانبداریت کے خوش رنگ نعروں جیسے ہتھیاروں سے اپنی حدود میں مسلم شناخت کو نابود کر دینے کے پروگرام وضع کئے اور ان پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ یورپی مفکرین نے اپنے سیاسی قائدین کی توجہ مسلمان معاشرے میں عورت کی اہمیت اور اس کی

www.KitaboSunnat.com

عصمت، عزت اور وقار کی حفاظت جیسے احکامات کی طرف مبذول کروائی۔ اور ایک دین دار عورت کے اگلی نسلوں پر پڑنے والے اثرات سے آگاہ کرتے ہوئے مسلمان عورت کو بے توقیر کرنے اور اپنی دینی شناختوں سے محروم کرنے کی صلاح دی۔ نتیجہ یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت امریکہ اور یورپ میں رہنے والی مسلمان عورت کو بے توقیر کرنے کی سازش تیار ہوئی؛ اس طرح اسلام دشمن مغربی مفکرین کا اسلامی تہذیب کو مٹانے کا وہ خواب تعبیر کے سانچے میں ڈھلنے لگا جو وہ زمانہ قدیم سے دیکھ رہے تھے۔

مسلمانوں کے اجتماعی تشخص کو ڈھانے کا فلسفہ

۱۶۰۰ عیسوی میں اس وقت کے دانشور پیڈرو فرانکیز ا نے مسلمانوں کے طرزِ حیات اور ان کی تہذیبی اثر پذیری کو عیسائیت کے لئے ایک خطرہ گردانتے ہوئے تختِ حکومت پر متمکن شاہ فلپ سوم کی خدمت میں 'سفارشات' پیش کی تھیں۔ پیڈرو فرانکیز ا کی مرتب کردہ تجاویز میں کہا گیا تھا کہ

> ''ہمیں ہر ممکن اقدام کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس بات سے روکنا ہوگا کہ وہ اپنے مردوں کو اپنے دینی رواج کے مطابق دفن کریں۔ ہمیں ان کی زبان، ان کے مذہبی لباس اور حلال گوشت پر ان کے اصرار کو ختم کرنا ہوگا۔ ان کی مساجد، مدارس اور حمام ڈھا دینا ہوں گے۔''

علامہ اقبال نے کہا تھا ع عقل عیار ہے، سو بھیس بدل لیتی ہے!!......

۱۶۰۰ عیسوی سے سن ۲۰۰۴ء تک آتے آتے ترقی یافتہ اور 'تہذیب یافتہ' یورپی ممالک نے عقل کی عیاری کو کام میں لاتے ہوئے اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف اپنے قدیم تعصب کو 'بے تعصبی'، 'انسانی آزادی' اور 'سب کے لئے قابل قبول معاشرے' کے قیام جیسے دل کش مقاصد کا لباس پہنا دیا۔ اس طرح مسلم دنیا کے خلاف غیر مسلم طاقتوں کی تہذیبی جنگ دو صورتوں میں اُبھر کر سامنے آئی۔ امریکہ اور برطانیہ جیسے کچھ ممالک نے تو طاقت کے بل بوتے پر منتخب اسلامی ممالک کا کلچر تبدیل کرنے کا عمل شروع کیا۔ جبکہ فرانس اور جرمنی جیسے ممالک نے اپنی جغرافیائی حدود کے اندر بسنے والے مسلمانوں کی تہذیبی شناخت کو ختم کرنے کی مہم آغاز کی۔ یورپ میں تقریباً دو کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ ان میں سے ۲۰ لاکھ سے زائد

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ میں اور ۳۰ لاکھ سے زائد جرمنی میں رہائش پذیر ہیں۔ جبکہ فرانس میں ان کی آبادی سب سے زیادہ یعنی ٦٠ لاکھ سے بھی متجاوز ہے۔ ان میں سے ۵۰ فیصد آبادی باضابطہ طور پر فرانس کی شہریت رکھتی ہے۔

فرانس میں مسلمان

یورپ میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ خود اسلام کی تاریخ قدیم ہے۔ پہلی صدی ہجری ہی میں مسلمان یورپ میں پہنچ گئے تھے۔ اندلس کی فتح کے بعد اسلامی فوج جنوبی فرانس تک اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتی چلی گئی تھی۔ ۱۴۹۲ء میں سقوطِ غرناطہ کا سانحہ ہوا تو مسلمانوں کی یہاں سے ہجرت کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ اس طرح پندرہویں اور سولہویں صدی تک کم از کم تین لاکھ مسلمان فرانس میں آباد ہوئے۔ ایک طرف مسلمانوں کی فرانس میں آمد کا یہ سلسلہ تھا اور دوسری جانب خود فرانس نے اپنے قرب و جوار میں اپنا سیاسی اثر ورسوخ اور اقتدار قائم کرنے کے لئے اپنی افواج کو استعمال کیا۔ اور بہت سے مسلمان ممالک مثلاً شام، لبنان، الجزائر، مراکش، سینی گال، موریطانیہ، تیونس اور متعدد افریقی ممالک پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔ اس طرح ان ممالک کے مسلمان بھی کثرت سے فرانس میں آتے جاتے رہے۔ فرانس کی تعمیر و ترقی میں مسلمان محنت کشوں کا کردار نہایت اہم ہے۔ فرانس کی تاریخ گواہ ہے کہ نقل مکانی کرکے اس سرزمین پر آنے والے مسلمانوں نے نہ صرف فرانسیسی قوانین کا احترام ملحوظِ خاطر رکھا بلکہ فرانس کے قومی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کردار کا تعین کیا، خود فرانس نے بھی اس سلسلے میں کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور اپنے ہر شہری کو دین اور اعتقاد کی آزادی کی ضمانت دی۔

۱۹۱۷ء میں فرانس میں باضابطہ طور پر ایک اسلامی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۲٦ء کے دوران فرانس کے دارالحکومت پیرس میں ایک بڑی اور مرکزی مسجد تعمیر ہوئی۔ ۱۹۸۲ء میں مسلمانوں کو باقاعدہ قانون سازی کے ذریعہ مسلم تنظیمیں اور فلاحی ادارے رجسٹر کروانے کا حق دے دیا گیا۔ جس کے نتیجے میں فرانس بھر میں لاتعداد تعلیمی ادارے، تربیتی مراکز اور مسلم ثقافتی سینٹر عالم وجود میں آگئے جو اب تک کامیابی سے کام کررہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

انقلابِ فرانس کے بعد سے فرانسیسی حکومت کا عمومی رویہ تحمل اور فراخ دلی کے اُصولوں پر مشتمل رہا ہے اور ماضی قریب میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اگر کسی ادارے یا فرد نے فرانس میں آباد مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر کوئی قدغن لگانے کی کوشش کی تو خود حکومتی سطح پر اس کا نوٹس لیا گیا اور اس کوشش کو ناکام بنا دیا۔

فرانس اور مسئلہ حجاب

ایک مرتبہ ۱۹۸۹ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۹۲ء میں فرانس پر کچھ متعصب عناصر نے سیکولرازم کے نام پر مسلمان طالبات کو حجاب سے منع کرنے کی تحریک شروع کی تو عدلیہ سے منسلک اعلیٰ ترین ادارے 'سٹیٹ کونسل' نے فیصلہ صادر کیا اور قرار دیا کہ دینی شعائر کا اہتمام اور تسلسل فرانس میں قائم سیکولر نظام سے متصادم نہیں ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ حکومت میں موجود مؤثر حلقوں نے امریکہ میں ہونے والے نائن الیون واقعہ کے بعد اپنی رائے بدل لی ہے اور امریکہ نے اسلامی تہذیب کے خلاف درپردہ اور بظاہر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے جو مہم آغاز کی تھی، یورپ کے ترقی یافتہ ممالک نے اس میں اپنا کردار اس طرح ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ وہ یورپ میں عرصہ دراز سے رہنے والے مسلمانوں کی طرزِ زندگی اور شعائرِ اسلامی پر مبنی اطوار و خصائل کو بدل ڈالنے کی مہم پر چل نکلے ہیں۔

اس مہم کا آغاز جرمنی اور فرانس سے کیا گیا ہے۔ ۲۷/ مارچ ۲۰۰۳ء کو پیرس کے قریب فرانس کی حکمران جماعت کے ارکانِ اسمبلی اور وزرا کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا جس میں حجاب اور مذہبی علامات پر پابندی لگانے کے سلسلے میں غوروخوض کیا گیا۔ اطلاعات کے مطابق حکومتی جماعت کے ۹۰ فیصد ارکان نے ایسی پابندیوں کی حمایت کی۔ اجلاس کے بعد اخبارنویسوں سے باتیں کرتے ہوئے فرانس کے وزیراعظم جین پیری رافرین نے اعلان کیا کہ حکومت سرکاری اداروں میں کام کرنے والی مسلم خواتین پر یہ پابندی عائد کرنے کا پروگرام بنا رہی ہے کہ وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران حجاب ترک کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ اس مقصد کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے گی تاکہ لباس میں سیاسی تعلق یا مذہبی لگاؤ کے

www.KitaboSunnat.com

تمام نشانات کو مٹایا جاسکے۔ فرانسیسی سیکولرازم کی حفاظت کی جاسکے اور فرانس میں بسنے والی تمام خواتین کو 'بنیاد پرستی کے دباؤ' سے محفوظ رکھا جاسکے۔

وزیراعظم فرانس نے اسلام کے خلاف تہذیبی جنگ پر بہانہ سازی کا حجاب ڈالنے کے لئے مزید وضاحت کی کہ حجاب کے خلاف یہ قانون کسی مذہب کے خلاف ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ اس کا مقصدِ وحید عورتوں کو پابندیوں سے آزاد کروانا ہے۔ اس کے بعد فرانسیسی حکومت کے ایک سابق وزیر برنرسٹازے کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور اسے حجاب کے مسئلے کا جائزہ لے کر اپنی رپورٹ پیش کرنے کا فریضہ تفویض کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ فرانس کے سیاست دانوں کی جانب حجاب کی مخالفت میں ایک مہم کا آغاز کردیا گیا۔ حکومتی جماعت کے چیئرمین اور سابق وزیراعظم فرانس السین جپٹی نے کہا کہ سرکاری سکولوں میں مذہبی علامات کی نمائش اور استعمال کے خلاف ایک سخت گیر قانون وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ فرانس کے سابق وزیر تعلیم کلوڈ الاجر نے حجاب کے مسئلے پر ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیکولرازم کو اسلام کے مطابق نہیں ڈھلنا بلکہ اسلام کو فرانسیسی سیکولرازم کے مطابق ڈھلنا ہوگا۔ فرانسیسی قیادت کی جانب سے مذکورہ بالا طرز کے بیانات سے فرانسیسی معاشرے میں بہت سے سوالات اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اور 'خاص مذہبی علامات' جیسی اصلاحات پر بحث عروج پر ہے۔ ایسے سوالات بھی اُٹھائے جارہے ہیں کہ کیا حجاب کے بعد داڑھیوں، خاص طرز سے بال بڑھانے اور سکھوں کی پگڑیوں پر بھی پابندی لگائی جائے گی۔ اس ضمن میں فرانس کے وزیر تعلیم لک فیری کے اس بیان کو مرکزی نقطہ بحث بنایا جارہا ہے جس میں انہوں نے پابندی کے قانون کی حمایت کرتے ہوئے سکھوں کے حوالے سے کہا کہ پابندی کا دائرہ وسیع ہوا تو سکھوں کو غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والی پگڑیوں کا انتظام کرنا ہوگا۔ فرانس کے صدر شیراک نے تیونس کے دورے کے دوران ایک تقریر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا:

"مکمل سیکولر فرانسیسی حکومت طالبات کو اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ اپنے ہدایت یافتہ ہونے کا اعلان کرتی پھریں۔ حجاب میں جارحیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ فرانس میں مسلمانوں کی اکثریت سے ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہے اور ہماری حکومت فرانس میں ہجرت کرکے آنے والوں کو

www.KitaboSunnat.com

اپنے ماحول اور معاشرے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کررہی ہے۔لیکن ظاہری مذہبی علامتوں کے ذریعے دوسروں کو کھلم کھلا اپنے دین کی طرف بلانے کی اجازت نہیں☆ دی جاسکتی۔''

فرانسیسی حکومت کی جانب سے قائم کی جانے والی برنرسٹازے کمیٹی نے ۱۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء کو اپنی سفارشات حکومت کو پیش کیں۔ان سفارشات میں حجاب کو دینی علامت گردانتے ہوئے اسے ممنوع قرار دینے کی سفارش کی گئی تھی۔حجاب کے ساتھ ساتھ مذکورہ کمیٹی نے عیسائیوں کی صلیب کے نشان اور یہودیوں کی مخصوص ٹوپی کیپا کو بھی دینی علامات قرار دیتے ہوئے تعلیمی اداروں میں ان سب چیزوں کی ممانعت کی سفارش کی۔البتہ عیدالاضحیٰ پر فرانس میں بسنے والے مسلمانوں اور عیدغفران پر عیسائیوں کے لئے سرکاری تعطیل کرنے کی بھی سفارش کی۔

کمیٹی کی سفارشات آتے ہی یورپی مسلمان دنیا میں عمومی طور پر اور فرانس میں خصوصی طور پر ایک وسیع احتجاج کا سلسلہ شروع ہوگیا۔دس ہزار سے زائد مسلمان فرانسیسی خواتین نے کمیٹی سفارشات کے خلاف احتجاجی جلوس نکالا۔جبکہ فرانس میں بسنے والے تین ہزار سکھ نمائندگان نے بھی حکومت کو احتجاجی یادداشت پیش کی۔جس میں کہا گیا تھا کہ فرانس میں رہنے والے سکھوں کے خلاف نہ تو دہشت گردی کا کوئی الزام ہے اور نہ ہی یہ لوگ بنیاد پرست ہیں۔اس لئے اگر بال اور داڑھیاں کٹوانے پر مجبور کیا گیا یا پگڑیوں پر پابندی عائد کی گئی تو یہ ان کی

☆ فرانس میں جاری اس حجاب مخالف مہم کا ایک تناظر تو وہ ہے جسے حکومت اپنے جواز کے طور پر پیش کرتی ہے لیکن اس کا اصل پس منظر یہ ہے جو صدر فرانس کے اس بیان سے جھلکتا ہے۔ ۱۱ ستمبر کے بعد یورپی باشندوں میں جس طرح اسلام کو قبول کرنے میں تیزی آئی ہے، بالخصوص برطانیہ کی اہم شخصیات نے اسلام قبول کرنے میں جو لگاتار پیش رفت کی ہے، اس کے تناظر میں فرانسیسی حکومت کو اسلام کی اس بڑھتی مقبولیت کا سدباب کرنا ضروری ہوگیا ہے۔اور یہی وجہ ان دیگر یورپی ممالک میں بھی ہے جو اس حجاب مخالف مہم میں فرانس کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔اسلام کی بڑھتی مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ خواتین کو اس کا تصورِ حجاب پابندی کے بجائے تحفظ کی علامت نظر آتا ہے۔ یہ حجاب ہی ہے جو خواتین کے اسلام کی طرف دیوانہ وار لپکنے کی ایک نمایاں وجہ ہے جس سے معاشرے کی ہوسناک نظروں سے انہیں پناہ مل جاتی ہے۔فرانس میں جاری اس مہم کو اس تناظر میں دیکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں حجاب اختیار کرنے والی بعض یورپی خواتین بالخصوص بعض شوبز سے تعلق رکھنے والی نمایاں خواتین کے تجربات نے یورپی خواتین میں ایک غیرمعمولی تحریک پیدا کی ہے۔دیکھئے ماہنامہ بیداری، حیدرآباد، فروری ۲۰۰۴ء میں شائع ہونے والے دو مضامین ...... مدیر

www.KitaboSunnat.com

مذہبی آزادی میں ایک صریح مداخلت کے مترادف ہوگا۔

مسلم دنیا کا ردّ عمل

اس کے ساتھ ہی پوری دنیا کے مسلم ممالک میں ردِعمل ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مصر کے مؤثر اور معروف اسلامی گروپ 'دی مسلم برادر ہوڈ' کی طرف سے ایک سخت بیان میں کہا گیا کہ فرانس کا یہ قانون مسلمانوں کی ذاتی اور مذہبی آزادی پر ایک ناروا قدغن کا درجہ رکھتا ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر محمد خاتمی نے اپنے احتجاجی بیان میں حجاب جیسی مذہبی علامت پر پابندی کی مذمت کرتے ہوئے حکومتِ فرانس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے فیصلے پر فوری نظرثانی کرے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی قومی اسمبلی کی خاتون ارکان نے ۲۸/جنوری ۲۰۰۴ء کو فرانسیسی سفارت خانہ اسلام آباد کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا اور حکومتِ فرانس سے مطالبہ کیا کہ حجاب پر پابندی سے متعلق اپنے فیصلے پر نظرثانی کرے۔ اس موقع پر فرانس کے سفیر کو ایک یادداشت بھی پیش کی گئی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ حکومتِ فرانس بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری کرے اور کسی مذہب یا نسل یا کلچر کا امتیاز کئے بغیر فرانس میں رہائش پذیر تمام لوگوں کو یکساں حقوق مہیا کرے۔ جماعتِ اسلامی پاکستان نے ایک قرارداد میں حکومت فرانس سے مطالبہ کیا کہ وہ اظہار کی آزادی، دین کی آزادی، ضمیر کی آزادی اور طرزِ بودوباش کی آزادی جیسے اپنے اُصولوں سے انحراف نہ کرے اور ہر مذہب کے پیرو کاروں کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق تبلیغ کرنے اپنے شعائر کو زیرعمل لانے اور اپنی عبادات کو اپنے طریقوں کے مطابق بجا لانے پر کسی طرح کی پابندیاں لگانے سے باز رہے۔ قرار داد میں یہ خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حجاب پر پابندی کے نتیجے میں بے شمار مسلمان عورتیں تعلیم اور ملازمت کے مواقع سے محروم ہوجائیں گی جو سراسر ایک ناانصافی ہوگی۔

۳۰ جنوری کو الجزائر کی 'الجیرین اسلامک پارٹی' نے فرانسیسی سفارت خانے میں یادداشت پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ پابندی کا مجوزہ قانون بجائے خود انتہا پسندی کی ایک مثال ہے لہٰذا اس کے نفاذ سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اس سے قبل جنوری ۲۰۰۴ء کے دوسرے ہفتے میں براعظم امریکہ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں قائم مسلمان اداروں اور تنظیموں کی طرف سے بھی مربوط اور منظم احتجاجی مظاہرہ ترتیب دیے گئے۔ یہ مظاہرے امریکہ اور کینیڈا میں زیرتعلیم مسلمان طلبا کی سب سے بڑی تنظیم 'مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن' کی جانب سے منعقد کئے گئے۔ اس تنظیم کے زیراہتمام واشنگٹن، اٹلانٹا، ہیوسٹن، میامی، سان فرانسسکو، ٹورنٹو کے علاوہ برطانیہ اور جرمنی کے مختلف شہروں میں جو مظاہرہ کئے گئے، ان مظاہروں میں مسلم طلبا کے علاوہ انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کے لئے کام کرنے والی بہت سی مشہور متحرک اور غیر مسلم تنظیموں نے بھی شرکت کی۔

فرانس سمیت دنیا بھر میں ہونے والے ان مظاہروں کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے فرانس کے صدر شیراک نے برنر سٹازے کمیٹی کی مرتب کردہ تجاویز کی پرزور حمایت کی اور کہا کہ انہیں اُمید ہے کہ حکومت ِفرانس آئندہ کیلنڈر سال شروع ہوتے ہوئے ان پابندیوں کو قانونی شکل دے دے گی۔ اس طرح یہودی ٹوپیوں، بڑی کرسچین صلیبوں اور حجاب کا ملبوساتی استعمال غیر قانونی قرار پاجائے گا۔

یہ ایک دلچسپ اتفاق ہے کہ ۲۸/جنوری ۲۰۰۴ء کو جب پاکستان کی قومی اسمبلی کی منتخب خاتون ارکانِ پارلیمنٹ فرانسیسی سفارت خانے کے سامنے اسلام آباد میں حجاب پر پابندیوں کے خلاف یادداشت پیش کررہی تھیں، عین انہی اوقات کے دوران فرانس میں پوری فرانسیسی کابینہ ان پابندیوں کی باضابطہ منظوری دے رہی تھی۔ اس منظوری کے بعد ۱۰/فروری کو یہ مسودۂ قانون فرانسیسی پارلیمان کے ایوانِ زیریں میں پیش ہوگا اور وہاں سے پاس ہونے کے بعد آئندہ تعلیمی سال سے نافذ العمل ہوگا۔

اسی طرح سکولوں میں زیرتعلیم مسلمان طالبات آئندہ سال کے اوائل سے حجاب نہ پہننے کی پابند قرار پائیں گی۔ پابندیوں سے متعلق اس بل کی کابینہ میں منظوری کے بعد صدر فرانس جیکوٹس شیراک نے تقریر کرتے ہوئے کہا:

"اس بل سے فرانس کے سکولوں کی غیر جانبداری مستحکم ہوگی۔ اس بل کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کے زیر اثر عام زندگی میں روزمرہ مذہبی علامت کے استعمال کو ممنوع قرار دیا جارہا

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ پابندی صرف سکولوں کی حد تک نافذ کی جارہی ہے۔اس اقدام سے ہماری تاریخ، ہماری روایات اور ہماری اقدار کو تحفظ فراہم ہوگا اور یہ سب کچھ ہم پوری ذمہ داری سے کررہے ہیں۔ تاکہ دین اور حکومت کو علیحدہ علیحدہ رکھ کر فرانسیسی سیکولرازم کو مضبوط بنایا جاسکے۔''

جرمنی

فرانس کے بعد جو یورپی ملک حجاب پر پابندی کے سلسلے میں سرگرم ہے وہ جرمنی ہے۔ جرمنی کے چانسلر نے ایک بیان میں کہا کہ حجاب پر پابندی کے قانون کا نفاذ ہمارے ۲۰۰۴ء کے ایجنڈے میں شامل ہے۔ جرمن اخبارات کے مطابق صدر جوہانس ریاؤ کا خیال ہے کہ جرمنی کی تمام ریاستوں کو حجاب پر پابندی کے قانون کے دائرہ کار میں لانا ضروری ہے۔

جرمنی کی سب سے بڑی اور قدامت پسند ریاست بویریا میں بھی سکولوں میں حجاب پر پابندی سے متعلق ایک مسودہ قانون تیار کیا گیا ہے۔لیکن فرانس کے برعکس اس مجوزہ قانون میں عیسائیوں اور یہودیوں پر کوئی پابندی نہیں ہوگی اور وہ صلیب یا خصوصیٹو پی پہن سکیں گے۔ بویریا کی وزیر تعلیم مونیکا ہولمائر نے مجوزہ قانون کے حوالے سے وضاحت کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ بویریا میں سیاسی اور مذہبی علامت کے طور پر حجاب کا استعمال فزوں تر ہوتا چلا جارہا ہے اور اگر اس پر پابندی نہ لگائی گئی تو خدشہ ہے کہ طلبا مذہبی شدت پسندی کا شکار نہ ہونے لگیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ قانون طلبا کے والدین اور سرپرستوں کی اکثریت کے مطالبے پر وضع کیا جارہا ہے۔

بویریا کے آئین کے مطابق وہاں کوئی بھی قانون علاقائی پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔لیکن پارلیمنٹ میں کٹر کرسچین یونین جماعت کی اکثریت کی وجہ سے مجوزہ قانون کی منظوری کو محض ایک رسمی کارروائی قرار دیا جاسکتا ہے۔ یادرہے کہ اس سے قبل جرمنی ہی کی ایک اور ریاست Baden-Wuerrmderg میں بھی حجاب پر پابندی کا مسودۂ قانون پیش کیا جاچکا ہے۔اس کے علاوہ جرمنی ہی کے ایک شہر Darrmstard میں جرمنی کی سولہ ریاستوں کے وزراے تعلیم، ثقافت و مذہبی اُمور کا اجلاس منعقد ہو چکا ہے جس میں حجاب کے

www.KitaboSunnat.com

مسئلے پر تفصیلی بحث مباحثے کے بعد ۱۶ میں سے ۷ ریاستوں نے حجاب پر پابندی لگانے کی حمایت کی۔ جرمنی کے سیاسی حلقوں کا کہنا ہے کہ ۲۰۰۴ء کے دوران حجاب پر پابندی کے قانون کو جرمنی کے اکثریتی علاقوں میں ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے نافذ کردیا جائے گا۔ اس سے قبل جرمنی کے تیرہ صوبوں میں سے سات میں مسلمان اُستانیوں پر پہلے ہی یہ پابندی عائد کی جاچکی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں حجاب پہن کرنہ آیا کریں۔ جبکہ بہت سے سکولوں میں طالبات سے بھی کہا جاچکا ہے کہ اگر اُنہیں تعلیم جاری رکھنا ہے تو وہ اسکارف پہن کر سکول میں مت آیا کریں۔ یاد رہے کہ جرمنی کے آئین کے آرٹیکل ۴ کی رو سے جرمنی میں رہائش پذیر ہر فرد کو اپنے مذہبی شعائر کے مطابق زندگی گزارنے کی ضمانت مہیا کی گئی ہے۔

ناروے: ناروے کی حکومت بھی فرانس اور جرمنی کے زیر اثر حجاب پر پابندی لگانے کے معاملے کو رفتہ رفتہ آگے بڑھا رہی ہے۔ لیکن بنیادی انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کے دباؤ کے سبب اس پابندی کو فی الحال تجارتی مراکز اور سپر سٹورز پر کام کرنے والی مسلمان خواتین تک محدود رکھنے پر غور کررہی ہے۔ اس محدود پابندی پر ناروے کے عوام کا ردعمل جاننے اور پرکھنے کے بعد مزید اقدامات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ناروے کے ایک وزیر کا بیان اس دباؤ کا مظہر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ناروے حکومت مذہب کی بنیاد پر امتیازات اجاگر کرنے کے خلاف ہے۔ لیکن جہاں تک حجاب کا معاملہ ہے تو اس کا استعمال بظاہر قابل اعتراض نہیں ہے لیکن اگر اس سے ہائی جین اور انسانی صحت کو کچھ مسائل درپیش ہوں تو حجاب پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔ جہاں تک پرائیویٹ کاروباری اداروں اور سٹورز کا تعلق ہے تو وزیر موصوف نے ان اداروں کی توجہ ناروے کے فوجی قوانین کی جانب مبذول کروائی اور کہا کہ ناروے کی فوجی یونیفارم مذہبی رواداری اور دینی عقائد کے احترام کی آئینہ دار ہے اور اس احترام کو ملحوظِ خاطر رکھنے کی دفعات فوجی قوانین میں گذشتہ دس سال سے نہ صرف شامل ہیں بلکہ ان پر کامیابی سے عمل بھی ہورہا ہے۔ پرائیویٹ تجارتی اداروں کو اس قانونی روایت سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

بلجیم: ناروے کے وزیر نے حجاب پر پابندی کے لئے اس کے ہائی جین اثرات اور انسانی صحت کو لاحق اَن دیکھے خطرات کی طرف اشارہ کیا ہے تو بلجیم میں ایک نئے جواز کو حجاب پر پابندی کی بنیاد بنایا جارہا ہے۔ بلجیم کے حجاب مخالف حلقے اسلامی شدت پسندی کے علاوہ یہ اعتراض بھی پیش کررہے ہیں کہ پاسپورٹ اور شناختی کارڈوں کے اجرا میں تمام خواتین کا ننگے سر ہونا ضروری ہے تاکہ ان کی درست شناخت میں کسی ابہام یا شک وشبے کی گنجائش نہ رہے۔

سویڈن یورپ کے آزاد خیال ترین ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ اس ملک کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہاں انسانی آزادیوں پر کسی طرح کی قدغن لگانا بنیادی انسانی حقوق کے یکسر خلاف سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ اس ملک میں امن وسکون سے زندگی بسر کررہے ہیں۔ لیکن بین الاقوامی اخبارات کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ سویڈن میں بھی حجاب مخالف قوتوں نے قومی سطح پر اس مسئلے کے حوالے سے مباحث کا آغاز کردیا ہے اور حجاب پر پابندی کے مختلف منصوبے آشکار کئے جارہے ہیں۔ گوکہ حکومتی سطح پر حجاب پر پابندی سے متعلق ابھی تک کوئی معتبر بیان سامنے نہیں آیا۔ لیکن سیاسی پنڈتوں کا خیال ہے کہ اگر فرانس، جرمنی، ناروے اور بلجیم میں حجاب پر پابندیاں عائد ہوگئیں تو اس کا یقینی اثر سویڈن پر بھی پڑے گا اور سویڈن حکومت بھی مسلمان خواتین کے حجاب پر کسی نہ کسی حد تک پابندی لگانے پر مجبور ہوجائے گی۔

مسلم ممالک میں حجاب پر پابندی

حجاب سے متعلق مغربی ممالک کا مندرجہ بالا رویہ درست ہے یا غلط؟ ...... اس بحث کا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ حجاب کے حق میں بات کرتے ہوئے علماے کرام سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حجاب مسلمان عورتوں کے محض لباس کا ایک حصہ نہیں ہے بلکہ حجاب میں رہنا ایک مسلمان عورت کے مذہبی فرائض میں داخل ہے۔ مغربی ممالک کے دانشور اور حجاب مخالف حلقے اس دلیل کے جواب میں بہت سے اسلامی ممالک کے مثال پیش کرتے ہیں اور استدلال کرتے ہیں کہ اگر خود بعض اسلامی ممالک میں حجاب پر پابندی کے قوانین اور ضوابط

www.KitaboSunnat.com

موجود ہیں تو مغرب کے ان ممالک پر انگشت نمائی کیوں؟ جہاں نہ تو مسلمانوں کی حکومت ہے اور نہ ہی ان کا معاشرہ حجاب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ معترض حلقوں کا کہنا ہے کہ فرانس میں تو صرف سرکاری سکولوں کی حد تک طالبات کو پابند کیا جارہا ہے کہ وہ حجاب ترک کردیں۔ لیکن اس کے برعکس شمالی افریقہ کے مسلم ممالک میں مدارس سے آگے بڑھ کر یونیورسٹیوں تک میں حجاب پر پابندی عائد ہے۔ مزید یہ کہ سرکاری اور پرائیویٹ دفاتر میں بھی کسی مسلمان عورت کو حجاب میں فرائض سرانجام دینے کی اجازت نہیں ہے۔ حد تو یہ ہے باحجاب خواتین کا سرکاری ہسپتالوں میں علاج تک کرنے سے انکار کردیا جاتا ہے۔ عوام سے درخواست کی جاتی ہے کہ ان ٹیکسی کاروں میں سفر نہ کریں جن کی ڈرائیور باحجاب عورتیں ہیں۔

فرانس میں حجاب پر پابندی کے خلاف مسلمان عورتوں نے جلوس نکالے تو فرانسیسی اخبارات نے تحقیقی مضامین شائع کئے اور بے پردہ تیونس کے عنوان سے جلی سرخیوں والے اخبارات عوام میں مفت تقسیم کئے گئے۔ ان اخبارات نے انکشاف کیا کہ مسلم ملک تیونس کے آئین کی شق نمبر ۱۰۸ حجاب پر پابندی لاگو کرتی ہے۔ اس شق کی روشنی میں حجاب والی خواتین کو تعلیم، ملازمت اور علاج کے حق سے محروم کردیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں ترکی کی مثال بھی بہت نمایاں ہے۔ جہاں ملک کی اعلیٰ ترین تعلیمی کونسل کے احکامات کے تحت اسکارف پہننے پر پابندیاں عائد ہیں اور سکول یونیورسٹی اور سرکاری دفاتر میں خواتین کے لئے حجاب پہننا قانوناً ممنوع ہے۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء میں ہونے والا ایک واقعہ بھی اس سلسلے میں مثال کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ جب ترکی کے صدر نے حکمران جماعت کے وزرا اور ارکان کو دعوت دی۔ لیکن ان وزراء اورارکانِ پارلیمنٹ کی بیگمات کو دعوت میں بلانے سے انکار کردیا جو حجاب کی پابندی کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں جن باحجاب خواتین کو ترکی کے صدر نے نظر انداز کیا۔ ان میں وزیر اعظم اور ترکی کے آئینی کورٹ کے چیئرمین جیسی اہم شخصیات کی بیگمات بھی شامل تھیں۔ صدر نے اپنے اس اقدام کا جواز بتاتے ہوئے کہا کہ صدر سیکولر نظام کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور آئین میں درج سیکولرازم کے تحت جمہوری حقوق کے نگہبان

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حجاب پہننے اور اس کی سرکاری تقریبات میں نمائش سے ایک سیاسی اسلام اور اس کے غلبے کا تصور اُجاگر ہوتا ہے۔

اس ضمن میں گاہے گاہے پاکستان کی بات بھی اب ہونے لگی ہے اور کہا جانے لگا ہے کہ پاکستان بھی اپنی قومی ہوائی سروس پی آئی اے میں کام کرنے والی خواتین کو دوپٹہ کی پابندی سے آزاد کرنے کے لئے ضوابط تیار کررہا ہے۔حجاب مخالف مہم میں مصر کے مفتی ازہر شیخ محمد سعید طنطاوی کا 'فتویٰ' بھی شدومد سے پیش کیا جارہا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے:

''اسکارف کے خلاف احکامات فرانس کا اندرونی مسئلہ ہے، ہم مداخلت نہیں کرسکتے۔فرانس کو اپنی مرضی کے مطابق قانون سازی کا حق ہے۔ جو مسلمان خواتین فرانس میں رہتی ہیں، وہ اضطرار کی حالت میں اسکارف چھوڑ سکتی ہیں۔''

اس کے برعکس ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے صدر نے فرانس کی حجاب پالیسی کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ مسلم خواتین کو یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق سر پر اسکارف کا استعمال کرسکیں۔انہوں نے کہا کہ امریکہ میں مسلمان خواتین کو اس امر کی آزادی حاصل ہے۔

اگر مذکورہ بالا ساری بحث کو سمیٹا جائے تو حاصل کلام یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک کے احتجاج کے باوجود فرانس میں اس سال ایک ایسا قانون لاگو کیا جارہا ہے جس کے تحت مسلمان طالبات سکولوں میں اور مسلمان خواتین سرکاری دفاتر میں حاضری کے دوران حجاب استعمال کرنے کے حق سے محروم ہوجائیں گی۔اسی سال جرمنی میں بھی یہ قانون کچھ تبدیلیوں کے ساتھ روبہ عمل آجائے گا اور غالباً اگلے ایک دو سالوں میں اس پابندی کا دائرہ ناروے، بلجیم اور سویڈن تک پھیل سکتا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس گھمبیر اور سنجیدہ صورت حال میں کیا کیا جائے۔اور اگر کچھ کرنا ہے تو یہ کون کرے......؟

پس چہ باید کرد؟

ہماری رائے میں مسلمان ممالک کو فرانس اور دوسرے یورپی ممالک کے خلاف کسی تحریک کا آغاز نہیں کرنا چاہئے۔ اس اقدام سے حجاب کے خلاف مہم کو حجاب مخالف عناصر آسانی سے

www.KitaboSunnat.com

اسے مسلم اور غیر مسلم تہذیبوں کی جنگ ہی کا ایک حصہ قرار دے سکتے ہیں[1] ۔ جبکہ اس مہم کی کامیابی کے امکانات صرف اس صورت میں ہیں جبکہ اسے اسلام اور کفر کے دائرے سے نکال کر خالصتاً انسانی حقوق اور شخصی آزادیوں کے اُصول کے تحت آگے بڑھایا جائے۔ یہ درست کہ حجاب ہمارے دینی شعائر کا حصہ ہے اور یہ محض ایک ملبوساتی علامت یا پہناوا نہیں ہے۔ لیکن اسلام سے متصادم مغرب میں یہ دلیل شاید ہی کوئی پذیرائی حاصل کر سکے۔

اگر حجاب کے خلاف پابندیوں کو ان ممالک کے اپنے دساتیر اور قوانین کے ساتھ ساتھ

---

(۱) ادارتی نوٹ میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ 'اسکارف کی ممانعت کا مسئلہ' تہذیبوں کے تصادم کی اہم کڑی ہے جس سے لازماً اسلام کو گذرنا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسلام ہمیں تصادم سے باز رہنے کی حتیٰ المقدور تلقین کر کے متبادل راستوں پر ڈالتا ہے جیسا کہ فرعون کے ظلم وستم کے ستے ہوئے چند نوجوان مسلمان (بنی اسرائیل) جب فتنۂ قتال سے بچنے کی دعا کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ کے ذریعے یہ ہدایت بھیجی کہ کمزور ہونے کے باوجود (باجماعت نماز کے ذریعے) دین کی اجتماعیت اور محدود تر رابطہ ضرور باقی رکھو خواہ چند گھروں میں 'قبلہ' بنا کر ہی ہو۔ قرآنِ کریم میں اس ارشادِ الٰہی کا ذکر یوں ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَن تَبَوَّءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ...الاية﴾ (سورۃ یونس:۱۰/۸۷)

''ہم نے موسیٰؑ اور اس کے بھائی ہارونؑ کو ہدایت کی کہ مصر میں چند مکان اپنی قوم (بنی اسرائیل) کے لئے مخصوص کر کے ان گھروں کو (اجتماعی عبادت) نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو۔''

پبلک مقامات پر باہمی رابطے مشکل ہو جانے کی متبادل شکل پرائیویٹ گوشے ہی ہوتے ہیں خواہ عبادت ہو یا تبلیغ وتعلیم۔ اس وقت فوری راہ یہی ہے کہ فرانس وغیرہ کے مسلمان ملکی قانون کو اپنے ہاتھ میں تو نہ لیں لیکن ملکی اور بین الاقوامی قانون کے سہارے کو ضرور استعمال کریں لیکن ایمان کا آخری درجہ 'دل کا جہاد' یعنی مادر پدر آزاد تہذیب سے نفرت ہے جس کا ایک علاج ان مسلم معاشروں کی طرف ہجرت بھی ہے جن سے یہ مسلمان نکل کر آئے تھے تاہم دنیا میں ہجرت کی تنگنائیاں بھی ہمارے سامنے ہیں۔ افغانستان و پاکستان کے آزاد علاقوں میں پناہ لینے والے اس کی واضح مثال ہیں، لہٰذا فی الحال پرائیویٹ سیکٹر کی جس قدر گنجائش موجود ہے اسی مقامی ہجرت کو اختیار کر لیا جائے جس کی صورت یہ بھی ہے کہ ایسی کوششیں بھی تیز تر کر دی جائیں کہ مسلم NGOs کے تحت متبادل تعلیمی ادارے کیسے قائم کئے اور رکھے جا سکتے ہیں؟ ﴿وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾ (النسائ:۴/۱۰۰) ''جو اللہ کے رستہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کی بہت جگہ اور بسر اوقات کی گنجائش پائے گا۔'' ...... (محدث)

www.KitaboSunnat.com

اقوامِ متحدہ کے اس چارٹر کے حوالے سے چیلنج کیا جائے جس پر تمام ترقی یافتہ ممالک نے دستخط کررکھے ہیں تو عالمی سطح پر جذبات کو برانگیختہ کئے بغیر بہتر نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں اور غیر مسلم لیکن بڑی اور بین الاقوامی طور پر مؤثر این جی اوز کو بھی حجاب کے حق میں متحرک کیا جاسکتا ہے۔ خوش قسمتی سے فرانس کے حجاب مخالف قانون کی زد میں یہودی، سکھ اور رومن کیتھولک عیسائی بھی آرہے ہیں۔ جو اپنے لباس کے ساتھ بڑے سائز کی صلیب آویزاں کرنے کا شعار اپنائے ہوئے ہیں۔ اگر انسانی بنیادوں پر اس قانون کی مخالفت کی جائے تو عیسائیوں کے روحانی مرکز ویٹی کن سٹی یورپ میں قائم تمام سکھ تنظیموں اور غیر مسلم لیکن انسانی حقوق کے علمبردار اداروں کی ہمدردیاں بھی حاصل کی جاسکتی ہیں اور اقوامِ متحدہ کے متفقہ طور پر جاری کردہ 'یونیورسل ڈکلریشن آف ہیومن رائٹس' کے آرٹیکل ۱۸ کی مدد بھی لی جاسکتی ہے۔ جس میں بنیادی انسانی حقوق اور شخصی آزادی کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی کے احترام کی گارنٹی بھی دی گئی ہے۔
فرانس، جرمنی، سویڈن، بلجیم اور ناروے میں وہاں کے قوانین کے مطابق رجسٹرڈ اور تسلیم شدہ اداروں مثلاً سرکاری طور پر تسلیم شدہ 'اسلامی کونسل' اور مسلم ثقافتی سینٹروں کو چاہئے کہ وہ مذکورہ ممالک کے دائرۂ قانون میں رہتے ہوئے قابل ترین قانون دانوں کی خدمات حاصل کریں اور ہر ملک کی وزارتِ تعلیم و ثقافت کے سامنے اپنا کیس پیش کرکے حجاب پر پابندی کے ضوابط کو خود ان ممالک کے آئین اور قوانین سے متصادم قرار دلوائیں۔

یورپ کے ان ممالک میں جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ ہے کہ سیاسی طور پر اسے ہرگز نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان ممالک کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ آئندہ الیکشن میں اپنا ووٹ حجاب مخالف لیڈروں اور جماعتوں کے خلاف ڈالنے کا واضح عندیہ دے دیں۔ اس حربے سے کم از کم فرانس اور جرمنی میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس مجوزہ کامیابی کے امکانات ان ممالک کی سیاسی فضا میں پہلے ہی سے اپنی جھلک دکھا رہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

حجاب پر پابندی کی مخالفت

فرانس کے ایک مقتدر اخبار 'لی فگارو' نے فروری ۲۰۰۴ء کی اپنی ایک اشاعت میں صورتِ حال کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فرانس کے اہم وزیر نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر کہا ہے کہ حجاب پر پابندی سے فرانس کی خارجہ پالیسی پر برے اثرات مرتب ہوں گے اور اگر ایسا کیا گیا تو حکومت کی جانب سے یہ ایک غلط اقدام ہوگا کیونکہ بین الاقوامی تناظر میں یہ مسئلہ انتہائی حساس نوعیت اختیار کرچکا ہے۔ اسی طرح جرمنی کے ایک معتبر سیاسی راہ نما رونڈز چاؤ نے بعض حکومتی حلقوں کی اس رائے کو خوش آئند قرار دیا ہے، کہ حکومت کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کے مذہبی شعائر کے درست یا نادرست ہونے کا فیصلہ کرتی پھرے یا پھر کسی مذہبی روایت سے امتیازی سلوک کو روا رکھے۔ 'لی فگارو' نے لکھا ہے کہ اگر جرمنی کے صدر اس اصول کو اپناتے ہیں تو انہیں اگرچہ حجاب مخالف قوتوں کی جانب سے تنقید کا نشانہ بننا پڑے گا لیکن وہ راست باز اور بہادر رہنما کی حیثیت سے تادیر یاد رکھے جائیں گے۔

جرمنی ہی کے روزنامہ Die Welt کا تجزیہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ صلیب انسانی آزادی اور امن کا نشان ہے اور حجاب محض ایک دینی اور سیاسی علامت ہے تو بھی حجاب پر پابندی سے معاشرے میں ایک مکمل بے دین سیکولر ازم کے پھیلاؤ کی راہ ہموار ہوجائے گی۔ اس لحاظ سے ان سیاسی قوتوں کا استدلال زیادہ بہتر اور مضبوط دکھائی دیتا ہے، جو حجاب پر پابندی کی مخالفت کررہی ہیں۔ بہ نسبت ان عناصر کے جو جنونی طور پر حجاب مخالفت میں مہم چلا رہے ہیں۔ فرانس کے وزیر خارجہ جنوری ۲۰۰۴ء کے آخری ہفتے میں دبئ کے دورے پر آئے تو اخبار نویسوں نے ان سے حجاب پر پابندی کے حوالے سے سوالات کئے۔ ان سوالات کا جواب دیتے ہوئے وزیر موصوف مسٹر ڈومینی کیوڈی ویلی پن (Dominique De Villepin) نے کہا کہ فرانس ایک جمہوریت نواز ملک ہے اور انسانی حقوق کا احترام اس کے منشور میں شامل ہے اور ہم نے فرانس میں مسلم معاملات سے متعلق ایک اعلیٰ اختیاراتی کونسل بنا رکھی ہے۔ جس کا نام "Conseil Francais Du Culte Musalman" ہے۔ اس کونسل

میں شامل مسلمان لیڈروں سے ہم نے مسلسل کئی ماہ تک بڑا تفصیلی اور دور رس مکالمہ جاری رکھا ہے۔ اس کونسل کے قیام کا مقصد ہی اسلام اور فرانسیسی حکومت کے درمیان اچھے تعلقات کو استوار رکھنا ہے۔ وزیر موصوف نے کہا کہ اسلام کا فرانس میں حقیقی طور پر ایک اہم مقام ہے اور وہاں اس مذہب کا احترام کیا جاتا ہے۔فرانس کی قومی پالیسی کا مرکزی نقطہ بھی یہی ہے کہ مذاہب، اعتقادات اور دینی شعائر کے معاملے میں غیر جانبدار رہا جائے اور ہم اسی غیر جانبداری کی روایت کو فرانس میں بسنے والے تمام شہریوں کے درمیان مساوات کے اُصولوں کے مطابق آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔فرانس میں مذہبی علامات پر پابندی کا جو قانون وضع کیا جارہا ہے، وہ اسی تاریخی روایت کا حصہ ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس قانون کا نشانہ بطورِ خاص اسلام ہے اور دراصل یہ پابندی صرف حجاب کے خلاف لگائی جارہی ہے۔

وزیر موصوف نے زور دے کر کہا کہ میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اسکارف پہننے پر مکمل پابندی ہرگز عائد نہیں کی جارہی ہے۔ یہ پابندی صرف سرکاری سکولوں اور حکومتی ملازمین پر عائد ہوگی اور وہ بھی صرف اس وقت تک جب تک طالبات سکول میں پڑھیں گی یا پھر مسلم ملازم خواتین کے دفاتر کے اوقات تک محدود رہے گی۔ پرائیویٹ سکول، یونیورسٹیاں، سرکاری عمارت اور مقامات پر یہ پابندی غیر مؤثر رہے گی اور مسلمان طالبات اور خواتین حسبِ معمول حجاب استعمال کرنے میں پوری طرح آزاد ہوں گی۔

فرانسیسی اخبار 'لی فگارو' ہی نے اپنے ایک اور تبصرے میں لکھا ہے جب حجاب پر پابندی کا قانون پارلیمنٹ میں پیش ہوگا تو اس پر سیاسی اختلافِ رائے کی وجہ سے عین ممکن ہے کہ حکومت میں شامل سینئر رائٹ ارکان اس کی حمایت یا مخالفت میں تین یا چار گروہوں میں بٹ جائیں۔اگرچہ حجاب کے معاملے پر وسیع پیمانے کی بحث مذہبی جذبات کو ٹھنڈا کرنے لئے اہم ہے اور سیکولرازم کی برتری کے لئے ضروری ہے۔لیکن حجاب پر پابندی کے مجوزہ قانون کی مخالفت کرنے والی قوتیں بھی بہت مضبوط ہیں اور اگر یہ سب ایک جگہ جمع ہوگئیں تو فرانسیسی سیاست میں مؤثر کردار ادا کرنے والے 'فار رائٹ نیشنل فرنٹ' کے لئے یہ ایک سیاسی تحفہ ہوگا۔

اس سارے پس منظر سے ایک اور اہم سیاسی پہلو بھی اُبھرتا ہے۔ پوری دنیا جانتی ہے کہ

www.KitaboSunnat.com

فرانس میں آباد مسلم آبادی کا تعلق اپنے آبائی وطن کے حوالے سے بہت دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ مثلاً فرانس میں بسنے والے مسلمان پوری مسلم دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن میں شام، عراق، لبنان، الجزائر، مراکش، موریطانیہ، سینی گال، تیونس، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمان شامل ہیں۔ ان تمام ممالک سے فرانس کے اقتصادی، تجارتی اور سیاسی روابط قائم ہیں۔ اگر یورپ میں رہنے والی تسلیم شدہ تنظیمیں سیاسی سطح پر اس تاثر کو اُبھار سکیں کہ حجاب پر پابندی کا قانون فرانس اور دنیا بھر کے مسلمان ممالک کے درمیان دوستانہ روابط کو ناقابل نقصان پہنچا سکتا ہے تو اس سے فرانس کی رائے عامہ اور سیاست میں مؤثر تجارتی حلقوں کو مذکورہ قانون کے خلاف خالصتاً سیاسی تجارتی اور بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے بھی متحرک کیا جا سکتا ہے اور اس مقصد کے لئے فرانسیسی عوام کی اس تہذیبی نفسیات سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جس کے زیر اثر فرانسیسی اپنے آپ کو تہذیبِ روشن اور کشادہ ظرف کا نقیب خیال کرتے ہیں اور وسیع خیالی کو اپنا شعار قرار دیتے ہیں۔

فرانسیسی انقلابِ فرانس کی بہت تعریف کرتے ہیں اور انقلاب کے بعد یعنی اٹھارویں صدی سے فخر کے ساتھ پوری دنیا کو یہ جتانے سے گریز نہیں کرتے کہ 'رواداری، مساوات اور حریت انقلاب' فرانس کے بنیادی اُصول ہیں اور انہی اصولوں پر چل کر فرانس نے جدید دنیا میں موجودہ اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے۔ انقلابِ فرانس کے ان بنیادی اصولوں پر اصرار اور فرانس کی مذہبی مداخلت سے بھری آئینی تشریحات کو بنیاد بنا کر اگر فرانس میں حجاب کو برقرار رکھنے کے حق میں کوئی تحریک شروع کی جائے جس کا مرکز فرانس ہی میں ہو تو قوی امکان ہے کہ وہاں اسلام کو ایک شدت پسند مذہب کے طور پر پیش کرنے والے فرانسیسی عناصر خود اپنے آئین، اپنے قانون اور اپنے اُصولوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ اور اس طرح حجاب پر پابندی کو بالآخر ختم کروایا جاسکتا ہے یا اسے صرف سرکاری سکولوں اور سرکاری دفاتر تک محدود رکھ کر یورپ میں بسنے والی مسلمان عورتوں کی زندگی کے شب وروز کے ہر لمحے تک محیط ہونے کے عمل کو روکا جاسکتا ہے۔ اور حجاب پر پابندی کے اس ناپسندیدہ قانون کو پہلے قدم پر ہی زنجیر ڈال کر اگلے اقدامات سے باز رکھا جاسکتا ہے۔ ☆☆

www.KitaboSunnat.com